قضاء و قدر

یاد رہے کہ اگرچہ قضاء و قدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے مگر قضاء و قدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاء و قدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بیشک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشک مریض کو فائدہ ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک **عارف** کو ماننا پڑا ہے کہ دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے **تجارب** نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس **مخفی حقیقت** کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دُعا کرنا ایک قوّت مقناطیسی رکھتا ہے۔ اور فضل اور رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

(ایام الصلح ص۱۱)

قضاء و قدر درحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے باہر نکل جانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱)

انسان تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادے کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار جدوجہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن جب خدا کے ارادہ کا وقت آجاتا ہے تو وہی امور جو بہت مشکل نظر آتے تھے نہایت آسانی سے میسّر آجاتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲)

تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام **معلّق** ہے اور دوسری کو **مبرم** کہتے ہیں۔ اور کوئی تقدیر معلّق ہو تو دُعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔ مبرم ہونے کی صورت میں وہ صدقات اور دعا اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں وہ عبث اور فضول بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ اُس دُعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرائے میں اس کو پہنچا دیتا ہے بعض صورتوں میں

ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی تقدیر میں ایک وقت تک توقف اور تاخیر ڈال دیتا ہے۔

قضائے معلّق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے ملتا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۵)

قرآن شریف نے ان امور کو جن سے احمق معترضوں نے جبر کی تعلیم نکالی ہے محض اس عظیم الشان اصول کو قائم کرنے کیلئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہر ایک امر کا مبدء اور مرجع وہی ہے۔ وہی علّت العلل اور مُسبّب الاسباب ہے۔ یہ غرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض درمیانی وسائط اُٹھا کر اپنے علّت العلل ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ قرآن شریف کو پڑھو اس میں بڑی صراحت کے ساتھ ان اسباب کو بھی بیان فرمایا جس کی وجہ سے انسان مکلّف ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں قرآن شریف جس حال میں اعمال بد کی سزا ٹھہراتا ہے اور حدود قائم کرتا ہے اگر قضاء و قدر میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہ تھی اور انسان مجبور مطلق تھا تو ان حدود شرائع کی ضرورت ہی کیا تھی۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف دہریوں کی طرح تمام امور کو اسباب طبعیہ تک محدود رکھنا نہیں چاہتا بلکہ خالص توحید پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے دعا کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ قضاء قدر کے تعلقات کو جو دعا کے ساتھ ہیں تدبّر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جو لوگ دُعا سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔ وہ دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ ایک طرف دُعا ہے دوسری طرف قضاء و قدر۔ خدا نے ہر ایک کیلئے اپنے رنگ میں اوقات مقرر کر دیئے ہیں اور ربوبیت کے حصہ کو عبودیت میں دیا گیا ہے اور فرمایا ہے اُدعونی استجب لکم۔ مجھے پکارو میں جواب دونگا۔ میں اسی لئے ہی کہا کرتا ہوں کہ ناطق خدا مسلمانوں کا ہے۔ لیکن جس خدا نے کوئی ذرہ پیدا نہیں کیا یا جو خود یہودیوں سے طمانچے کھا کر مر گیا وہ کیا جواب دے گا ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی ؎ کہ با آسماں نیز پرداختی

جبر اور قدر کے مسئلہ کو اپنی خیالی اور فرضی منطق کے معیار پر کسنا دانشمندی نہیں ہے اس سِر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنا بے ہودہ ہے۔ الوہیت اور ربوبیت کا کچھ تو ادب بھی چاہیئے اور یہ راہ تو ادب کے خلاف ہے کہ الوہیت کے اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی جاوے۔ الطریقۃ کلّھا اَدَبٌ۔

قضاء قدر کا دُعا کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ دُعا کے ساتھ معلّق تقدیر ٹل جاتی ہے۔ جب مشکلات پیدا ہوتی ہیں تو دُعا ضرور اثر کرتی ہے۔ جو لوگ دُعا سے منکر ہیں انکو ایک دھوکا لگا ہوا ہے۔ قرآن شریف نے دعا کے دو پہلو بیان کئے ہیں۔ ایک پہلو میں اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور دوسرے پہلو میں بندے کی مان لیتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ میں تو اپنا حق رکھکر منوانا چاہتا ہے۔ نون ثقیلہ سے جو اظہار تاکید کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ قضاء مبرم کو ظاہر کریں گے تو اس کا علاج اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہی ہے۔ اور دوسرا وقت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی امواج کے جوش کا ہے وہ اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ میں ظاہر کیا ہے۔

پس مؤمن کو ان دونوں مقامات کا پورا علم ہونا چاہیئے۔ صوفی کہتے ہیں کہ فقر کامل نہیں ہوتا جب تک محل اور موقعہ کی شناخت حاصل نہ ہو۔ بلکہ کہتے ہیں صوفی دعا نہیں کرتا جبتک کہ وقت کو شناخت نہ کرے۔

سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دُعا کے ساتھ شقّی سعید کیا جاتا ہے بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ شدید الاختفاء امور مشبہ بالمبرم بھی دُور کئے جاتے ہیں الغرض دُعا کی اس تقسیم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی وہ مان لیتا ہے۔ یہ معاملہ گویا دوستانہ معاملہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جیسی عظیم الشان قبولیت دُعاؤں کی ہے اس کے مقابل رضا اور تسلیم کے بھی آپ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔ چنانچہ آپ کے گیارہ بچے مرگئے۔ مگر آپ نے کبھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۲۴-۲۲۶)

عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب ایک فعل یا عمل انسان سے صادر ہوتا ہے تو جو کچھ اس میں اثر مخفی یا کوئی خاصیت چھپی ہوئی ہوتی ہے خدا تعالیٰ ضرور اس کو ظاہر کردیتا ہے۔ مثلاً جس وقت ہم کسی کوٹھڑی کے چاروں طرف سے دروازے بند کردینگے تو یہ ہمارا فعل ہے جو ہم نے کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر اثر یہ مترتب ہوگا کہ ہماری کوٹھڑی میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اور اندھیرا کرنا خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اس کے قانون قدرت میں مندرج ہے۔ ایسا ہی جب ہم ایک وزن کافی تک زہر کھالیں گے تو کچھ شک نہیں کہ یہ ہمارا فعل ہوگا۔ پھر بعد اس کے ہمیں مار دینا یہ خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اس کے قانونِ قدرت میں مندرج ہے۔ غرض ہمارے فعل کے ساتھ

ایک فعل خدا کا ضرور ہوتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا اور اس کا نتیجہ لازمی ہوتا ہے۔ سو یہ انتظام جیسا کہ ظاہر سے متعلق ہے ایسا ہی باطن سے بھی متعلق ہے۔ ہر ایک ہمارا نیک یا بد کام ضرور اپنے ساتھ ایک اثر رکھتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے اور قرآن شریف میں جو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ آیا ہے اُس میں خدا کے مہر لگانے کے یہی معنے ہیں کہ جب انسان بدی کرتا ہے تو بدی کا نتیجہ اثر کے طور پر اس کے دل پر اور مُنہ پر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ۔ یعنی جبکہ وہ حق سے پھر گئے تو خدا تعالےٰ نے اُن کے دل کو حق کی مناسبت سے دُور ڈال دیا۔ اور آخر کو معاندانہ جوش کے اثروں سے ایک عجیب کایا پلٹ اُن میں ظہور میں آئی۔ اور ایسے بگڑے کہ گویا وہ نہ رہے اور رفتہ رفتہ نفسانی مخالفت کے زہر نے اُن کے انوار فطرت کو دبا لیا۔

(کتاب البریہ ص۴۷)

آپ نے جبر قدر کا اعتراض پیش کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ قرآن سے جبر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ شاید آپ کی نظر سے یہ آیات نہیں گذریں جو انسان کے کسب و اختیار پر صریح دلالت کرتی ہیں اور یہ ہیں۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (س۲۷ - ر) کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو سعی کرتا ہے۔ جو اُس نے کوشش کی ہو۔ یعنی عمل کرنا اجر پانے کے لئے ضروری ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ (س۲۲ - ر) یعنی خدا اگر لوگوں کے اعمال پر جو اپنے اختیار سے کرتے ہیں اُن کو پکڑتا تو کوئی زمین پر چلنے والا نہ چھوڑتا۔

اور پھر فرماتا ہے۔ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (س۳ - ر) اس کے لئے جو اس نے کام اچھے کئے۔ اور اُس پر جو اُس نے بُرے کام کئے۔

پھر فرماتا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ (س۲۴ - ر) جو شخص اچھا کام کرے سو اُس کے لئے اور جو بُرا کرے وہ اس کے لئے۔

پھر فرماتا ہے۔ وَکَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ (س۹ - ر) یعنی کس طرح جس وقت پہنچے ان کو مصیبت بوجہ ان اعمال کے جو انکے ہاتھ کر چکے ہیں۔

اب دیکھیئے ان تمام آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے کاموں میں اختیار بھی

رکھتا ہے۔ اور اسجگہ ڈپٹی صاحب نے جو یہ آیت پیش کی ہے یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اور اس سے اُن کا مدّعا یہ ہے کہ اِس سے جبر ثابت ہوتا ہے یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ امر کے معنے حکم اور حکومت کے ہیں اور یہ بعض ان لوگوں کا خیال تھا جنہوں نے کہا کہ کاش اگر حکومت میں ہمارا دخل ہوتا تو ہم ایسی تدابیر کرتے جس سے یہ تکلیف جو جنگ اُحد میں ہوئی ہے پیش نہ آتی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ یعنی تمام امر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ تمہیں اپنے رسول کریم کا تابع رہنا چاہیئے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس آیت کو تقدیر سے کیا تعلق ہے۔ سوال تو صرف بعض آدمیوں کا اتنا تھا کہ اگر ہماری صلاح اور مشورہ لیا جاوے تو ہم اس کے مخالف صلاح دیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے اُن کو منع فرمایا کہ اس امر کی اجتہاد پر بنا نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر بعد اس کے واضح رہے کہ **تقدیر کے معنے صرف اندازہ کرنا ہے** جیسے کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (س۔ ر) یعنی ہر ایک چیز کو پیدا کیا تو پھر اس کے لئے ایک مقرر اندازہ ٹھہرا دیا۔ اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے اختیارات سے روکا گیا ہے۔ بلکہ وہ اختیارات بھی اُسی اندازہ میں آگئے۔ جب خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور انسانی خوئے کا اندازہ کیا تو اس کا نام تقدیر رکھا اور اسی میں یہ مقرر کیا کہ فلاں حد تک انسان اپنے اختیارات برت سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ تقدیر کے لفظ کو ایسے طور پر سمجھا جائے کہ گویا انسان اپنے خدا داد قویٰ سے محروم رہنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اسجگہ تو ایک گھڑی کی مثال ٹھیک آتی ہے کہ گھڑی کا بنانے والا جس حد تک اس کا دور مقرر کرتا ہے اس حد سے وہ زیادہ چل سکتی ہے۔ یہی انسان کی مثال ہے کہ جو قویٰ اس کو دیئے گئے ہیں اُن سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتا۔ اور جو عمر دی گئی ہے اس سے زیادہ جی نہیں سکتا۔ اور یہ سوال کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں جبر کے طور پر بعضوں کو جہنمی ٹھہرا دیا ہے اور خواہ نخواہ شیطان کا تسلط اُن پر لازمی طور پر رکھا گیا ہے۔ یہ ایک شرمناک غلطی ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ کہ اے شیطان! میرے بندوں پر تیرا کچھ بھی تسلط نہیں۔ دیکھیئے کس طرح پر اللہ تعالیٰ انسان کی آزادی ظاہر کرتا ہے منصف کے لئے اگر کچھ دل میں انصاف رکھتا ہو تو یہی آیت کافی ہے۔ لیکن انجیل متی سے تو اسکے برخلاف

ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ انجیل متی سے یہ بات پایۂ ثبوت پہنچتی ہے کہ شیطان حضرت مسیح کو آزمائش کے لیئے لے گیا تو یہ ایک قسم کی حکومت شیطان کی ٹھہری کہ ایک مقدس نبی پر اُس نے اِس قدر جبر کیا کہ وہ کئی جگہ اس کو لئے پھرا۔ یہاں تک کہ بے ادبی کی راہ سے اُسے یہ بھی کہا کہ تو مجھے سجدہ کر۔ اور ایک بڑے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُن کی شان و شوکت اُسے دکھلائیں۔ دیکھو متی ۴/۸ ۔ اور پھر غور کرکے دیکھو کہ اِس جگہ پر شیطان کیا بلکہ خدائی جلوہ دکھلایا گیا ہے کہ اوّل وہ بھی اپنی مرضی سے مسیح کی خلاف مرضی ایک پہاڑ پر اس کو لے گیا۔ اور دنیا کی بادشاہتیں دکھا دینا خدا تعالیٰ کی طرح اس کی قوت میں ٹھہرا۔

اور بعد اس کے واضح ہو کہ یہ بات جو آپ کے خیال میں جم گئی ہے کہ گویا قرآن کریم نے خواہ نخواہ بعض لوگوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے یا خواہ نخواہ دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ لوگ کبھی انصاف کی پاک نظر کے ساتھ قرآن کریم کو نہیں دیکھتے دیکھو اللہ جلّشانہٗ کیا فرماتا ہے۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (س ۲۳ - ر ۵) یعنی شیطان کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیری پیروی کریں بھر دونگا۔ دیکھیئے اس آیت سے صاف طور پر کھل گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا نہیں ہے کہ خواہ نخواہ لوگوں کو جبر کے طور پر جہنم میں ڈالے۔ بلکہ جو لوگ اپنی بداعمالیوں سے جہنم کے لائق ٹھہریں اُن کو جہنم میں گرایا جاویگا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔ یعنی بہتوں کو اس کلام سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو یہ ہدایت دیتا ہے۔ مگر گمراہ اُن کو کرتا ہے جو گمراہ ہونے کے کام کرتے ہیں اور فاسقانہ چالیں چلتے ہیں۔ یعنی انسان اپنے ہی افعال کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے پا لیتا ہے۔ جیسے کہ ایک شخص آفتاب کے سامنے کی کھڑکی جب کھول دیتا ہے تو ایک قدرتی اور فطرتی امر ہے کہ آفتاب کی روشنی اور اُسکی کرنیں اس کے منہ پر پڑتی ہیں۔ لیکن جب وہ اس کھڑکی کو بند کر دیتا ہے تو اپنے ہی فعل سے اپنے لیئے اندھیرا پیدا کر لیتا ہے۔

چونکہ خدا تعالیٰ علّت العلل ہے بوجہ اپنے علّت العلل ہونے کے ان دونوں فعلوں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے لیکن اپنے پاک کلام میں اس نے بارہا تصریح سے فرما دیا ہے کہ ضلالت کے اثر کسی کے دل میں پڑتے وہ اُسی کی بداعمالی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (س ۲۸ - ر ۹) پس جبکہ وہ کج ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو کج کر دیا - پھر دوسرے مقام میں فرماتا ہے - فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا - اُن کے دلوں میں مرض تھی - خدا تعالیٰ نے اس مرض کو زیادہ کیا یعنی امتحان میں ڈال کر اس کی حقیقت ظاہر کر دی - پھر فرماتا ہے - بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ یعنی خدا تعالیٰ نے بباعث اُن کی بے ایمانیوں کے اُن کے دلوں پر مُہریں لگا دیں - لیکن یہ جبر کا اعتراض اگر ہو سکتا ہے تو آپ کی کُتب مقدسہ پر ہو گا - دیکھو خروج ۴/۲۱ - خدا نے موسیٰ کو کہا - میں فرعون کا دل سخت کرونگا - اور جب سخت ہُوا تو اس کا نتیجہ جہنم ہے یا کچھ اور ہے - دیکھو خروج ۷/۳ - امثال باب ۱۶/۴ - پھر خروج ۱۰/۳ - استثنا ۲۹/۴ - خدا نے تم کو وہ دل جو سمجھے اور آنکھیں جو دیکھیں اور وہ کان جو سُنیں آج تک نہ دیئے - اب دیکھیئے کیسے جبر کی صاف مثال ہے - پھر دیکھو زبور ۱۴۸/۶ - اُس نے ایک تقدیر مقدّر کی جو ٹل نہیں سکتی - رومیاں ۹/۱۸ - کاریگری کا کاریگر پر اعتراض نہیں کر سکتے - اب ان تمام آیات سے آپ کا اعتراض اُلٹ کر آپ ہی پر پڑا -

(جنگ مقدس صفحہ ۱۴۹ - ۱۵۲)